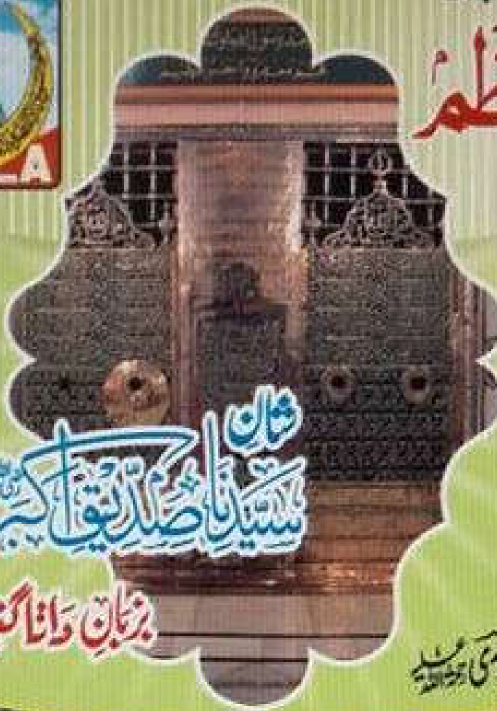


اہلسنت و جماعت کا عظیم ترجمان

مجلہ فکرِ سوادِ اعظم



شانِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

بزبانِ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضور حجۃ الاسلام

پیر سید نا مہر علی شاہ گولڑوی

فیض ملت علامہ محمد عنایت اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ



شہید ناموس رسالت غازی ملک محمد ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ

وحدت الوجود

من کا مفتی

سوادِ اعظم پاکستان



آستانہ عالیہ محدث اعظم پاکستان
جھنگ بازار فیصل آباد

E-mail: fikresawadeazam@yahoo.com

فُغانِ دَرُوں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہو گی آہ میری ، نفس میرا شعلہ بار ہو گا!!

مَن کا مفتی

میں بس پر سوار لاہور جا رہا تھا۔ داتا کی نگری لاہور۔ شاہکوٹ اسٹاپ پر بس کچھ دیر کے لئے رکی۔ میں نے ایک اخبار فروش سے تازہ اخبار خریدا۔ شہ سرخیوں پر سرسری سی نظر ڈالی۔ پھر ایڈیٹوریل (Editorial) والا پیج (page) کھولا اور ایک دلچسپ سا کالم پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ بس میں مختلف چیزیں فروخت کرنے والے آوازیں لگا رہے تھے۔ کوئی گرما گرم سموسے پکوڑوں کی خوبیوں پر پنجابی ادب کے شہ پارے پیش کر رہا تھا۔ کوئی ذائقے دار نمکین دال کو روسٹ مرغ کی ٹانگ کے ساتھ تشبیہ دے رہا تھا۔ کوئی قبض کو ستر بیماریوں کی جڑ اور اُم الامراض قرار دیتے ہوئے اپنے خاندانی اور صدری نسخہ کے مطابق میں جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ پھکی کو تمام جسمانی امراض کے لئے تیر بہدف علاج بتا رہا تھا۔ شور شرابے میں کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میں ان بھانت بھانت کی بولیوں کو سنی ان سنی کرتے ہوئے کالم پڑھنے کی اپنی سی کوشش کر رہا تھا۔ میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی پانچ چھ سالہ بچی گود میں بٹھائی ہوئی تھی۔ وہ اپنے باپ سے کسی چیز کے لینے کی ضد کر رہی تھی۔ ضد پوری نہ ہونے پر اس نے رونا شروع کر دیا۔ رونے کی آواز اک خاص لے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی سازندے نے فنی مہارت سے مضراب کے تاروں کو چھو دیا ہو۔ یہ آواز بتدریج بلند ہوتی گئی اور آہستہ آہستہ کان پھاڑ دینے والی چیخوں میں بدل گئی۔ ادھر اُدھر بیٹھی ہوئی سواریاں بھی باپ بیٹی کی طرف رخ موڑ موڑ کر دیکھ رہی تھیں۔ یہ چیخ و پکار میرے کانوں کی حد برداشت کو بھی کراس کر رہی تھی۔ کالم کا مطالعہ ادھورا چھوڑ کر میں بھی اس شخص کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ وہ بتا رہا تھا:

''میری بچی نے ضد پکڑ لی ہے۔ سموسے لینے کے لئے یہ دس روپے کا نیا اور کڑکڑاتا ہوا نوٹ مانگ رہی ہے۔ میرے پاس پرانے نوٹ ہیں لیکن اس پر نیا نوٹ لینے کی دھن سوار ہو چکی ہے۔''

مجھے یاد آ رہا تھا میں بچوں کو پرانا نوٹ دینے لگوں تو فاطمہ رضوی اور محمد زین رضا رضوی میرے ہاتھ سے نیا نوٹ جھپٹ لیتے ہیں۔ محمد حسنین رضا رضوی کہتا ہے کہ نوٹ تو نوٹ ہی ہے نئے اور پرانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس شخص نے جیب سے پچاس روپے کا

نوٹ نکالا اور بیٹی سے کہنے لگا: ''یہ بڑا نوٹ ہے۔ یہ لے لو'' بیٹی کہنے لگی: ''مجھے تو دس روپے والا کڑکڑاتا ہوا نوٹ ہی چاہئے'' باپ نے سمجھایا: بیٹی دس روپے کے نوٹ سے ایک سموسہ ملے گا اور پچاس روپے کے نوٹ سے پانچ سموسے مل جائیں گے اس میں تمہارا فائدہ ہے'' بچی نے اپنی ضد پر قائم رہتے ہوئے کہا: ابو! مجھے فائدہ نہیں چاہیے، مجھے تو نیا نوٹ ہی چاہیے۔ میرا دل یہی چاہتا ہے۔ میں وہی نوٹ لوں گی، جو میرا دل چاہے گا۔''

سموسے والا شخص بھی یہ سب سن رہا تھا۔ اس کے پاس حسن اتفاق سے نیا نوٹ تھا۔ وہ فائدے نقصان کا حساب لگانے والی دنیا کا آدمی تھا۔ کہنے لگا: بھائی جان! میرے ساتھ نوٹ کا تبادلہ کرلو۔ آپ کی بیٹی دس روپے کے نئے نوٹ سے سموسہ خرید کر اپنا دل خوش کرلے گی'' بچی نے نوٹ ہاتھ میں آتے ہی اپنی انگلیوں سے نوٹ کر حرکت دے کر کڑکڑ کی آوازیں نکالنا شروع کردیں۔ اب بچی خوش ہو رہی تھی۔ کچھ دیر بعد سموسے والا کہنے لگا: گڑیا! اپنے دس روپے کے نئے نوٹ سے یہ مزیدار سموسہ خرید لو'' بچی اپنے والد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی: '' ابو! سموسے کو میرا دل نہیں کر رہا۔ میں تو یہ نوٹ اپنے پاس ہی رکھوں گی۔'' سب سواریاں اس نئی سچویشن (Sitiation) پر مسکرانے لگیں۔ بس چل پڑی تھی۔ سموسے والا سر جھکائے تیزی سے نیچے اتر گیا۔

میں بھی اس دلچسپ صورت حال سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ میرے ذہن میں یہ بات آ رہی تھی کہ بچے کتنے سادہ دل ہوتے ہیں۔ یہ اپنے مَن کی بات پر عمل کرتے ہیں۔ یہ دنیاوی سود و زیاں کا حساب نہیں لگاتے۔ مَن کا مفتی جو کہہ دے یہ وہی کرتے ہیں۔ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی عظیم بات فرمائی: كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْيُنَصِّرَانِهٖ اَوْيُمَجِّسَانِهٖ.

(صحیح البخاری، رقم الحدیث:1385)

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔''

بچہ دراصل اس دور کے قریب ہوتا ہے۔ جب روح مادی آلائشوں سے پاک ہوتی ہے۔ اس وقت بچے کا مَن صاف ہوتا ہے۔ اور صاف مَن پر تو فطرت کے عین مطابق خالق کی محبت کی چھاپ ہوتی ہے۔

درخت کے ساتھ لگی ہوئی لکڑی اپنے اصل رنگ میں ہوتی ہے بعد میں اس پر مختلف رنگوں کے نقوش بنا دیئے جاتے ہیں۔ اصل اور فطری رنگ تو اللہ کا رنگ ہے۔ پیدا ہونے والے بچے کا مَن بھی اپنے اصلی رنگ میں ہوتا ہے۔ بعد میں ماحول اس پر مختلف نقوش بنا دیتا ہے۔ مادی دنیا کے رنگوں میں رنگا ہوا انسان اگر ان رنگوں کو کھرچ کر بچپن کی طرح اپنے مَن کو صاف کرلے پھر اس من سے فتویٰ طلب کرے تو اس مَن سے بس محبت کی آواز ہی سنائی دے گی۔ پھر یہ مَن مادی نفع نقصان کی بات نہیں کرے گا۔

4 جنوری 2011ء کو اسلام آباد میں اس وقت کے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے محافظ ملک ممتاز حسین قادری کے ساتھ بھی کچھ یہی معاملہ پیش آیا۔ ایک طرف دنیاوی سود و زیاں کے معاملات تھے۔ دوسری طرف مَن کی باتیں تھیں۔ ملک ممتاز حسین قادری کا مَن صاف تھا۔

اس نے اپنے اُجلے مَن کے مفتی سے فتویٰ طلب کیا۔ مادی نفع نقصان کی باتیں بہت پیچھے رہ گئیں۔ ملک ممتاز حسین قادری نے مَن کے فتویٰ پر عمل کیا۔ گورنر پنجاب تو اپنے انجام کو پہنچ گیا اور من کے فتویٰ پر عمل کرنے والا جسے کوئی نہ جانتا تھا وہ لاکھوں کے مَن کی آواز بن گیا۔ زندگی میں ایسے موڑ آتے ہیں جب انسان کے لئے کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ عقل اور عشق کا ٹکراؤ ہوتا ہے۔ دلائل اور جذبات کی کشمکش جاری ہوتی ہے۔ مگر ہمارے کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مشکل موڑ پر ہمیں بغیر راہنمائی کے نہیں چھوڑا۔ آپ کی تعلیم یہی ہے کہ بس مَن کو اجلا کر کے اس اجلے مَن سے فتویٰ لے لو، فیصلہ مشکل نہ رہے گا۔

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نیکی اور گناہ کے متعلق آپ سے سوال کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس وقت آپ کے پاس کچھ لوگ حاضر تھے۔ میں ان کو پھلانگتا ہوا آگے آیا۔ تو لوگوں کے کہا: ''اے وابصہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک طرف ہو جا'' میں نے کہا: ''میں وابصہ ہوں۔

مجھے آپ کے قریب ہونے دو کیونکہ آپ کے قریب ہونا مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔'' تب آپ نے مجھ سے فرمایا: ''اے وابصہ! قریب آؤ۔ اے وابصہ! قریب آؤ! پھر میں آپ کے اتنا قریب ہوا کہ میرے زانو آپ کے زانوؤں سے مس ہونے لگے۔ تب آپ نے فرمایا: اے وابصہ! میں تم کو بتاؤں کہ تم مجھ سے کس چیز کا سوال کرنے آئے ہو؟ میں نے کہا:

یارسول اللہ! آپ مجھے بتائیں۔ آپ نے فرمایا: ''تم مجھ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کرنے آئے ہو۔ میں نے کہا: ''جی ہاں آپ نے اپنی تین انگلیوں کو جوڑ کر میرے سینے میں مارا اور فرمایا: ''اے وابصہ! تم اپنے دل سے پوچھو نیکی وہ کام ہے جس پر تمہارا دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹک رہا ہو اور تمہارے سینہ میں متردد ہو خواہ تمہیں لوگ اس بات کا فتویٰ دیں خواہ لوگ فتویٰ نہ دیں۔

(دلائل النبوت للبیہقی، ج ۶ ص ۲۹۲ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کو محافظ ناموس رسالت، عاشق رسول اور غازی ملت کا لقب دینے والے پوری دنیا میں لاکھوں نہیں کروڑوں افراد ہیں۔ ان کی مخالفت میں آواز اٹھانے والے انہیں مجرم، قاتل اور پھانسی کی سزا کا مستحق کہنے والے لوگ بھی موجود ہیں۔ اب بھی اگر کسی کو تردد ہے، کوئی شکوک کی وادیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے تو اسے بھٹکنے کی ضرورت نہیں۔ دار الافتاء تو اس کے مَن میں موجود ہے۔ اپنے مَن کے مفتی سے پوچھے مگر پہلے مَن کا زاویہ درست کر لے۔ اس کا رخ گنبد خضراء کی طرف پھیر لے پھر اس سے فتویٰ طلب کرے اور اپنے مَن سے درج ذیل سوالات پوچھے:

O.....توہینِ رسالت کا مرتکب مرد ہو یا عورت اسے سزائے موت کا فیصلہ سنا دینا یہ انسانی حقوق کے منافی ہے اور ظلم ہے یا ایمانی اقدار کی بالادستی ہے؟

O.....ناموسِ رسالت کے تحفظ والے قانون کو کالا قانون کہنا حقوق انسانیت کا تحفظ ہے یا دینِ اسلام سے کھلی بغاوت ہے؟

O..... گستاخ رسول کی سزائے موت معاف کروانے کے لئے میدان میں اتر آنا یہ انسانی ہمدردی ہے یا جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی ہے؟

کسی مفتی کو فتویٰ دینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی جب مَن صاف کر کے مَن سے فتویٰ پوچھیں گے۔ ہر سوال کا جواب واضح ہوتا چلا جائے گا۔ جن اسلاف نے اپنے مَن کے فتویٰ پر عمل کیا۔ ان کی فہرست طویل ہے۔ اپنے سابقہ کالم ''سب سے بالاتر رشتہ'' میں راقم نے ان میں سے بعض کا ذکر کیا، نئے قارئین کے لئے ان کو دوبارہ ذکر کرتا ہوں۔ کچھ مزید واقعات بھی عرض کرتا ہوں:

O..... حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ عالمِ کفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نازیبا کلمات استعمال کیے۔ اب ایک طرف باپ تھا، ایک طرف حرمتِ محبوب کا معاملہ تھا، عقل کے مفتی سے سوال کیا جاتا تو درگزر کرنے کا فتویٰ ملتا مگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مَن سے فتویٰ طلب کیا۔ اس اجلے مَن نے فتویٰ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ فَصَكَّهُ اَبُوْبَكْرٍ صَكَّةً شَدِيْدَةً سَقَطَ مِنْهَا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے باپ کو اس زور سے تھپڑ مارا کہ بوڑھا باپ گر پڑا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے ایسا کیا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وَاللّٰهِ لَوْكَانَ السَّيْفُ قَرِيْبًا مِّنِّيْ لَقَتَلْتُهُ۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اسے قتل کر دیتا۔ مَن کے مفتی کی تائید میں قرآن مجید کی آیت نازل ہوگئی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ. (المجادلہ: ۲۲)

اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھنے والے ہیں آپ ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے محبت کرنے والا نہ پائیں گے خواہ وہ (دشمن) ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ (اسباب النزول للواحدی ص 434 دارالکتب العلمیہ، بیروت)

O.... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی کی اُم ولد تھی جو حضور نبی مکرم ﷺ کو سب وشتم کیا کرتی تھی۔ وہ صحابی اسے منع کرتے، وہ باز نہ آتی۔ اسے ڈانٹ ڈپٹ کرتے، وہ کوئی اثر نہ لیتی۔ ایک رات اس نے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں بدگوئی کی اور آپ کی ناموس پر حملہ آور ہوئی۔ تو اس صحابی نے (مَن کے فتویٰ پر عمل کیا اور) خنجر لے کر اس کے پیٹ پر رکھا اور دباؤ ڈال کر اسے واصل جہنم کر دیا۔ بچہ اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان گر پڑا اور وہ خون میں لت پت ہوگئی۔ جب صبح ہوئی تو نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں یہ معاملہ پیش کیا گیا۔ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: ''میں ایسا کرنے والے شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور اس پر میرا جو حق ہے، اس حق کی قسم دیتا ہوں کہ وہ کھڑا ہو جائے'' تو وہ نابینا صحابی کھڑے ہوگئے۔ وہ لرزتے کانپتے،

نبوی میں سرخرو ہو گیا۔) (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ج 2 ص 211 مطبعہ عثمانیہ)

O.....ایک منافق اور یہودی کا جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا: میرے اور تمہارے درمیان ابوالقاسم ﷺ فیصلہ کریں گے اور منافق نے کہا: میرے اور تمہارے درمیان کعب بن اشرف فیصلہ کرے گا کیونکہ کعب بن اشرف بہت رشوت خور تھا اور اس مقدمہ میں یہودی حق پر تھا اور منافق باطل پر تھا۔ اس وجہ سے یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ مقدمہ لے جانا چاہتا تھا اور منافق کعب بن اشرف کے پاس یہ مقدمہ لے جانا چاہتا تھا۔ جب یہودی نے اپنی بات پر اصرار کیا تو وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودی کے حق میں اور منافق کے خلاف فیصلہ کر دیا۔

منافق اس فیصلہ سے راضی نہیں ہوا اور کہا: میرے اور تمہارے درمیان حضرت عمر فیصلہ کریں گے۔ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ۔ یہودی نے بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے حق میں اور اس منافق کے خلاف فیصلہ فرما چکے ہیں لیکن اسے یہ فیصلہ تسلیم نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے پوچھا: کیا ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ٹھہرو! انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عشق و محبت سے معمور مَن کے فتوے پر عمل کیا) گھر گئے تلوار لے کر آئے اور اس منافق کا سر قلم کر دیا۔ (اور اپنے من کے فتویٰ سے آگاہ کرتے ہوئے یہ تاریخی جملے ارشاد فرمائے)

هٰكَذَا اَقْضِي لِمَنْ لَّمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه.

جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو۔ میں (تو اپنے مَن کی آواز پر) اس کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہوں۔

منافق کے گھر والوں نے نبی کریم ﷺ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی ۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر سے استفسار فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے آپ کے فیصلہ کو نہیں مانا تھا (تو میرے مَن نے اس کے خلاف فیصلہ کر دیا) اسی وقت (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مَن کے فیصلہ کی تائید میں) حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا (مَن کے فتویٰ پر عمل کرنے والے) حضرت عمر، فاروق ہیں۔ انہوں نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم فاروق ہو۔

(الدر المنثور ج 4 ص 519 مطبوعہ مرکز ھجر للبحوث والدراسات الاسلامیہ، قاہرہ، مصر)

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بحرین کے علاقہ میں کچھ لڑکے ہاکیوں سے کھیل رہے تھے۔ بحرین کا بڑا پادری بیٹھا ہوا تھا۔ گینداس کے سینے پر جا لگی۔ لڑکے اس سے گیند مانگنے لگے۔ اس نے انکار کر دیا۔ ان میں سے ایک لڑکے نے کہا:

سَأَلْتُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ ﷺ اِلَّا رَدَدْتَّهَا عَلَيْنَا ۔ میں تمہیں سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے کہتا ہوں کہ ہمیں گیند واپس کر دو۔

اس ملعون پادری نے انکار کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں توہین کی۔ وہ (عشاقِ رسول بچے یہ برداشت نہ کر سکے اور) ہاکیاں

لے کر اس ملعون پر ٹوٹ پڑے، اسے مسلسل زور زور سے مارتے رہے۔حتیٰ کہ وہ ملعون واصلِ جہنم ہوگیا۔ یہ معاملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دربار میں پیش ہوا۔

فَوَ اللّٰہِ مَا فَرِحَ بِفَتْحٍ وَّ لَا غَنِیْمَۃٍ کَفَرْحَتِہٖ بِقَتْلِ الغِلْمَانِ لِذٰلِکَ الْاُسْقُفِ.

بخدا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کسی فتح یا غنیمت کے ملنے سے اتنی خوشی نہیں ہوئی۔جتنی خوشی بچوں کے ہاتھوں اس ملعون پادری کے قتل پر ہوئی۔آپ نے فرمایا:

اَلْاٰنَ عَزَّ الْاِ سْلَامُ اِنَّ اَطْفَالًا صِغَارًا شُتِمَ نَبِیُّھُمْ فَغَضَبُوْا لِذٰلِکَ وَانْتَصَرُوْا وَاَھْدَرَ دَمَ الْاُسْقُفِ۔

اب اسلام غالب ہوا ہے یہ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ان کے نبی کریم ﷺ کی توہین کی گئی ہے تو یہ جوشِ غضب میں آ گئے (اور اپنے مَن کے فتویٰ پر عمل کیا) اور انتقام لے لیا۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس ملعون پادری کا خون رائیگاں قرار دیا۔

(المستطرف فی کل فن مستطرف باب75 ص471 مکتبہ فاروقیہ، پشاور)

مَن کے فتویٰ پر عمل کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہر مَن چلا اپنی من مانی کرتا رہے اور جو دل میں آئے وہی کرتا پھرے۔جس کے دل میں آئی چوری کرنا شروع کر دیا، قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا، عصمت دری کا کاروبار شروع کر دیا۔نہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ مَن کے فتویٰ پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے مَن کو صاف کرو۔ایک مومن صادق کے مَن سے سوچو۔پھر دل سے جو آواز نکلے گی وہ سچے مَن کی آواز ہوگی، وہ حق کی آواز ہوگی، وہ غیرت ایمانی کی للکار ہوگی۔

ورنہ تو مَن مَن میں فرق ہوتا ہے۔ایک مومن صادق کا مَن اور فیصلہ کرے گا، دنیا کے غلام کا مَن کوئی اور فیصلہ کرے گا۔یہود و نصاریٰ کے غلام کا مَن کوئی اور فیصلہ کرے گا۔

غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے عاشق رسول کے مَن سے فیصلہ کیا۔

گورنر پنجاب نے اپنے مَن سے فیصلہ کیا اور تحفظ ناموسِ رسالت کے قانون کو کالا قانون قرار دیا۔

غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے عاشق رسول کے مَن سے فیصلہ کیا اور شہادت کا راستہ منتخب کیا۔

عدالتوں میں بیٹھے ہوئے قانون کے رکھوالے کہلانے والوں نے اپنے مَن سے فیصلہ کیا اور عاشق رسول کے لئے پھانسی کا فیصلہ سنا دیا۔

صدر ممنون نے اپنے مَن سے فیصلہ کیا اور اسلامی ملک کا صدر کہلانے کے باوجود اس کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشق کے لئے سزائے موت کے فیصلہ کی توثیق کر دی جس کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر یہ ملک معرضِ وجود میں آیا۔ میں ادارہ منہاج القرآن کے سربراہ ڈاکٹر طاہر القادری کا ویڈیو کلپ دیکھ رہا تھا۔ پروفیسر طاہر القادری نے کہا ''اگر بالفرض گورنر پنجاب نے کوئی ایسا جملہ بولا تھا جو

گستاخیٔ رسول ﷺ پر منتج ہوتا ہے۔ تو اسلام ایک عام آدمی کو اسے قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر کوئی شخص قانون کو ہاتھ میں لے کر اسے قتل کرے گا تو وہ قاتل تصور کیا جائے گا اور اس کی سزا سزائے موت ہے۔''

واضح احادیث نبویہ کے ہوتے ہوئے یہ فیصلہ سنایا کہ اگر کسی شخص کا گستاخ رسول ہونا بھی ثابت ہوجائے تو اس کے قاتل کے لئے پھانسی کی سزا ہی ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے بھی اپنے اندر چھپے ہوئے مَن کی آواز پر یہ فیصلہ سنایا۔ ہر کسی کے مَن کی اپنی ہی آواز ہوتی ہے۔

غازی علم الدین شہید، غازی عبدالقیوم شہید، غازی مرید حسین شہید، غازی قاضی عبدالرشید، غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمہم اللہ تعالیٰ ان سب نے بھی اپنے عشق ومحبت والے مَن کی آواز پر فیصلہ کیا۔ ان کے مَن کی بھی اپنی ہی ایک الگ آواز تھی، عشق ومحبت سے مخمور آواز۔

غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ یکم جنوری 1985ء کو آبپارہ کے نواحی علاقے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام ملک بشیر اعوان ہے۔ غازی صاحب دس بہن بھائیوں میں سب سے آخر میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے عائشہ لا ثانی پبلک اسکول مسلم ٹاؤن سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔

سویڈیش کالج سے کمرشل مارکیٹ الیکٹرونکس کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ 2002ء میں پنجاب پولیس میں بھرتی ہوئے۔ انہیں پیٹی نمبر 6990 دیا گیا۔ ٹریننگ کے بعد کچھ عرصہ کے لئے اسپیشل برانچ میں ٹرانسفر (Transfer) کردیا گیا۔ آپ جسمانی طور پر مضبوط، چاق وچوبند اور ماہر نشانہ باز تھے۔ اعلیٰ افسران کی آپ پر خصوصی نظر تھی۔ انہی خصوصیات کے پیش نظر 2007ـ2008ء میں ایلیٹ فورس میں شامل کیا گیا۔ ایلیٹ اسکول لاہور سے اسپیشل کمانڈو کورس کیا۔ 27 دسمبر 2008ء کو ماموں کی بیٹی سے شادی خانہ آبادی ہوئی۔ 2010ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خوبصورت بیٹا عطا فرمایا۔ آپ نے خود اپنے بیٹے کا نام محمد علی رکھا۔ غازی صاحب بچپن سے ہی عشق رسول ﷺ کے جذبہ سے سرشار تھے۔ نعت رسول ﷺ پڑھنا آپ کا محبوب عمل تھا۔ جب گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والی ملعونہ آسیہ مسیح کی حمایت کی اور توہین رسالت والے قانون کو کالا قانون قرار دے کر اہانتِ رسول کا ارتکاب کیا تو غازی ملک ممتاز حسین قادری نے عشق رسول ﷺ کے جذبہ سے سرشار ہو کر گورنر کو اپنے انجام تک پہنچا دیا۔ اس اقدام نے آج پوری دنیا میں غازی ممتاز حسین کو ممتاز کردیا ہے۔ غازی صاحب کے وکیل جسٹس میاں محمد نذیر احمد نے اپنے بیان میں کہا: جب گورنر پنجاب سلمان تاثیر ہوٹل میں کھانا کھانے گیا تو وہاں سلمان تاثیر اور غازی صاحب کے درمیان توہین رسالت کے قانون کے متعلق آخری مکالمہ ہوا۔ سلمان تاثیر نے توہین رسالت قانون کے متعلق انتہائی اشتعال انگیز الفاظ استعمال کئے۔ ایلیٹ فورس کے کچھ جوان اور سلمان تاثیر کا دوست وقاص شیخ وہاں موجود تھے۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان شاہدین میں سے کسی کو نہ تو عدالت میں پیش کیا گیا اور نہ ہی مقدمہ کے دوران ان کا بیان لیا گیا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس مقدمہ کے دوران انتہائی جانبداری کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

4 جنوری 2011ء کو جب اسلام آباد کے علاقے ایف۔6 کی کوہسار مارکیٹ میں سلمان تاثیر ایک ریسٹورنٹ سے نکل کر اپنی

گاڑی میں بیٹھنے لگا تو غازی ملک ممتاز حسین قادری نے اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا اور گرفتاری پیش کر دی۔ غازی صاحب جذبۂ شہادت سے سرشار تھے۔ وہ رہائی کے طالب نہیں تھے۔ انہوں نے اپنے اس اقدام کا برملا اعتراف کیا۔ غازی صاحب کو اس جرم محبت میں سزائے موت سنائی گئی۔ سپریم کورٹ نے بھی اس سزا کو برقرار رکھا۔ مقدمہ کی پیروی کرنے والوں کی جانب سے صدر کے نام ''درخواست برائے انصاف'' پیش کی۔ جس میں یہ کہا گیا کہ وکلاء کو دلائل مکمل کرنے کا حق نہیں دیا گیا۔ مگر صدر ممنون نے بھی اس درخواست کو خارج کر دیا۔ اور سزا کا فیصلہ برقرار رکھا۔ دورانِ مقدمہ وکلاء نے اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے ممتاز قادری کی حمایت کی اور خلوص دل سے یہ مقدمہ لڑا۔ مختلف سنی تنظیمات کی طرف سے بھرپور احتجاج کیا گیا۔ لوگ سڑکوں پر نکل آئے مگر صاحبانِ اقتدار کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ اور وہ اس عاشق رسول کو تختۂ دار پر لٹکانے کی ضد پر قائم رہے 28 اور 29 فروری کی درمیانی شب کو جیل کا عملہ اچانک غازی ممتاز حسین قادری کے گھر پہنچا اور غازی صاحب کی طبیعت ناساز ہونے کی غلط اطلاع دے کر اہل خانہ کو جیل بلوایا۔ جیل کے قریب پہنچ کر انہیں بتایا گیا کہ آج ان کی یہ آخری ملاقات ہے۔ جب غازی صاحب کے اہل خانہ ان کے سیل میں پہنچے تو غازی صاحب اپنے کمرے میں سو رہے تھے۔ انہیں جگا کر بتایا گیا کہ آپ کے اہل خانہ ملاقات کے لئے آئے ہیں اور یہ آپ کی آخری ملاقات ہے۔ غازی صاحب یہ سن کر حیران ہوئے مگر انہوں نے اس آخری ملاقات کے پیغام کا جواب مسکرا کر دیا۔ غازی صاحب نے آخری ملاقات سے قبل غسل کیا اور نئے کپڑے پہنے۔ اس کے بعد حسبِ معمول اپنے کمرے میں محفل سجائی۔ جس میں درود وسلام پڑھا گیا اور نعت خوانی ہوئی۔ غازی صاحب اپنی زندگی کی اس آخری شب اپنے محبوب آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نعتیں پڑھتے رہے۔ غازی ممتاز حسین قادری نے اس موقع پر سفید رنگ کی شلوار قمیص پہن رکھی تھی۔ انہوں نے خود بھی نعت پڑھی اور اپنے کم سن بیٹے محمد علی قادری سے بھی نعت شریف سنی۔ جیل کے اندر درود وسلام پڑھنا اور نعت شریف پڑھتے رہنا یہ غازی صاحب کا معمول تھا۔ آپ کے وکیل کا بیان ہے کہ غازی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ ایک دن میں معمول کے مطابق درود شریف پڑھ رہا تھا۔ اچانک ایسا محسوس ہوا کہ میں روضۂ رسول ﷺ کے سامنے حاضر ہوں پھر مجھے جالی کے اندر لے جایا گیا۔ وہاں میں نے ایک نورانی اور روشن تر پیکر دیکھا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کر رہا ہوں۔ جیل کے اندر غازی صاحب نے اپنے پاس موجود کھجوریں اور آب زم زم اپنے اہل خانہ کو پیش کئے۔ انہوں نے خود آب زم زم نوش کیا اور دو کھجوریں کھائیں اور کہا: میں نبی کریم ﷺ سے روزہ کی حالت میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ نماز تہجد ادا کی۔ اپنے اہل خانہ کے ساتھ بڑے حوصلے اور جرأت کے ساتھ ہنستے مسکراتے نماز ادا کی۔ آخری بار اپنے کم سن بیٹے محمد علی قادری کو دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر گلے لگایا اور زار وقطار رونے لگے۔ اپنے بھائی دلپذیر اعوان سے کہا: میرے بیٹے کو سچا عاشق رسول بنانا۔ ان کے بیٹے محمد علی نے آخری بار ہاتھ اٹھا کر اپنے والد کو خدا حافظ کہا اور یہ کہا کہ کل پھر ملیں گے۔ غازی صاحب کے والد محترم ملک بشیر اعوان نے بتایا کہ غازی صاحب جب پھانسی گھاٹ کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے بلند آواز سے نعرۂ تکبیر لگایا اور پھر تین چار بار نعرۂ رسالت

لگایا۔ وہ شیر مرد کی طرح خدا حافظ کہتے ہوئے اپنے آخری سفر کی طرف روانہ ہوگئے ؎

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا

وہ شان سلامت رہتی ہے

صبح چار بجے غازی ممتاز حسین قادری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دیدار و ملاقات کی طلب میں پھانسی کے پھندے پر جھول کر خالقِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ (انا اللہ وانا الیہ راجعون)

غازی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے جسد خاکی کو جب تختہ دار سے اتارا گیا تو ان کے لبوں پر ایک پرسکون مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ یہ نورانی منظر دیکھ کر جیل کا عملہ بھی درود و سلام کا ورد کرنے لگا۔ صاحبان اقتدار نے میڈیا پر پابندی عائد کردی اور میڈیا والوں نے بھی انتہائی بے غیرتی کا ثبوت دیا۔ حکومتی پابندیوں کے باوجود سیاسی معاملات کو اچھالنے والا میڈیا آج اتنی بڑی خبر پر خاموش تھا۔ مگر یہ خبر تو جنگل کی طرح پورے ملک میں کیا پوری دنیا میں پھیل گئی۔ عاشقانِ رسالت سڑکوں پر نکل آئے۔ غازی صاحب کی سزا کی حمایت کرنے والوں کو منہ چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ سوشل میڈیا (Social Media) پر عوام نے اپنے جذبات کا اظہار کرنا شروع کردیا۔ صدر، وزیر اعظم یا جو بھی غازی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی پھانسی کی حمایت میں بیان دینے والا تھا۔ ان کی جو بے عزتی ہوئی ہے اگر ان میں حیا نام کی کوئی چیز ہو تو کبھی بھی مسند اقتدار پر قابض نہ رہیں۔ وفاقی وزیر اطلاعات پرویز رشید کراچی ائیر پورٹ پر پہنچے تو گو نواز گو کے نعروں سے ان کا استقبال ہوا۔ مظاہرین نے بڑی عمدگی اور بڑی مہارت سے ان کے سر پر جوتے رسید کئے۔ ویڈیو کلپ میں مَیں نے دیکھا۔ وہاں ہمارے محسن دوست مجاہد اہل سنت اور غازی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے عاشق صادق حضرت علامہ غلام غوث بغدادی صاحب زید مجدہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا: ان کو مزید جوتے نہ مارو یہ ہمارے جوتوں کے بھی لائق نہیں۔ بس ان کو جوتا دکھا دیا جائے۔ انہیں بٹھا کر آئینہ کی طرح جوتا ان کے چہرے کے سامنے کیا گیا۔ یہ سب لوگوں کے عشق و ایمان والے مَن کی آوازیں تھیں۔ جن کا اظہار ہو رہا تھا۔ لیکن دوسری طرف غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے جو عزت عطا فرمائی وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ حکومتی پابندیوں کے باوجود ملک کے طول و عرض سے لوگوں نے جنازہ میں پہنچنا شروع کردیا۔ جنازہ میں عوام کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ لیاقت باغ کا وسیع گراؤنڈ کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ صفیں آپس میں ملی ہوئی تھیں مگر پھر بھی جگہ نہ رہی۔ لیاقت باغ سے باہر سڑک پر میلوں تک صفیں بنی ہوئی تھیں۔ پل، عمارات، چھتیں کوئی جگہ بھی خالی نہیں تھی۔ یہ لوگ کسی کے کہنے پر نہیں آئے تھے۔ ان کی غازی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں تھی۔ یہ عشق رسول ﷺ کا رابطہ تھا جو لوگوں کو یہاں تک کھینچ لایا تھا۔ اس میں ہر طبقے کے لوگ شامل تھے۔ بڑے بڑے علماء بھی تھے۔ مشائخ بھی تھے۔ طلباء بھی تھے، وکلاء بھی تھے۔ مزدور بھی تھے۔ کاروباری حضرات بھی تھے، قادری بھی تھے۔ چشتی بھی تھے، نقشبندی بھی تھے۔ کسی تفریق کے بغیر سب ایک عاشق رسول ﷺ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے حاضر

تھے۔اس جنازہ میں حاضری کو اپنے لئے ذریعہ نجات جان رہے تھے۔

غازی ملک ممتاز حسین قادری رحمہ اللہ تعالیٰ عشق رسالت میں ڈوب کر اپنے سجے مَن کی آواز پر لبیک کہہ گئے۔آج وہ کروڑوں لوگوں کے مَن میں بس چکے ہیں۔انہوں نے اپنی جان قربان کی اور آج وہ مزار میں بھی زندہ ہیں اور لوگوں کے مَن کی وادیوں میں بھی زندہ رہیں گے۔ان کے لئے لاکھوں دل دھڑکتے رہیں گے۔

ہمارے حکمرانوں کی غیرت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ان کے اندر اپنے مَن میں جھانکنے کی ہمت نہیں رہی۔ان کے سر میں بس ایک ہی سودا سمایا ہوا ہے کہ کسی طرح ہمارے انگریز آقا خوش ہو جائیں۔جرأت و بہادری کی مثال قائم کرنے والے غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کو تو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔مگر ملعونہ آسیہ مسیح جس نے ہمارے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شانِ اقدس میں ہرزہ سرائی کی اور اس کا اعتراف کیا۔جسے پاکستانی عدالت نے سزائے موت سنائی۔جس کا یہ قبیح اقدام ہی دراصل غازی ملت کی شہادت کا باعث بنا۔وہ آسیہ مسیح عدالت پاکستان سے سزا پانے کے باوجود ابھی تک زندہ ہے۔اسے تختہ دار پر کیوں نہیں لٹکایا جارہا؟ صرف اس لئے کہ ایسا کرنے سے ان کے انگریز آقا روٹھ جائیں گے۔ان حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی ناراضگی تو گوارا ہے مگر انگریز آقا کی خفگی برداشت نہیں ہوسکتی۔حکمرانوں کا یہ کردار سامنے آنے کے بعد بھی ہم اپنے ووٹوں کے ذریعے ایسے حکمرانوں کو کرسیٔ اقتدار کا تحفہ پیش کریں گے تو ہمیں بھی اپنے مَن سے پوچھنا پڑے گا کہ کیا یہ اپنے محبوب آقا ﷺ سے وفاداری ہے؟

یہ حکمران اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ابھی امریکی شہر لاس اینجلس (Losangeles) میں منعقدہ 88ویں اکیڈمی ایوارڈ میں غیرت کے نام پر قتل کے موضوع پر پاکستانی فلمساز اور ہدایتکارہ شرمین عبید چنائے نے اپنی دستاویزی فلم اے گرل ان داریور پرائس فار فوگیونیس (Agirl in the River the price of Forgiveness) پر آسکر ایوارڈ (Oscar awared) حاصل کیا۔یہ فلم صبا نامی 18 سالہ لڑکی کی کہانی ہے جسے اس کے رشتہ داروں نے غیرت کے نام پر قتل کرنے کی کوشش کی۔پھر اسے مردہ سمجھ کر دریا میں پھینک دیا مگر وہ معجزانہ طور پر بچ گئی۔زندہ بچ جانے کے بعد اس نے ہسپتال کے ڈاکٹروں اور پولیس کے ساتھ مل کر اپنا مقدمہ لڑا مگر پھر دباؤ میں آ کر حملہ آوروں کو معاف کر دیا۔دراصل اس فلم کے ذریعے یہ تاثر پھیلایا گیا ہے کہ پاکستانی معاشرے میں یہ برائی پائی جاتی ہے کہ غیرت کے نام پر خواتین پر ظلم کیا جاتا ہے۔خواتین کے حقوق کا استحصال کیا جاتا ہے۔برائیاں ہر ملک میں پائی جارہی ہیں۔پاکستان میں اگر برائیاں ہیں تو ایسی اچھائیاں بھی موجود ہیں جو مغربی معاشرے کو ہضم نہیں ہوسکتیں۔یہاں ناموس مصطفیٰ ﷺ کے نام پر سر کٹانے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔یہاں کے باسی دین، مذہب، اللہ و رسول جل جلالہ و ﷺ کے نام پر کسی معاملہ میں کوئی کمپرومائز (Compromise) نہیں کرتے۔پھانسی کے پھندے پر جھول جاتے ہیں مگر ناموس محبوب ﷺ پر آنچ نہیں آنے دیتے۔

اس معاشرہ سے شرم وحیا کی مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔خاوند کے ساتھ بیوی کی وفاداری کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ والدین کے لئے اولاد کی خدمت گزاری کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔مغربی معاشرہ میں جو مثالیں عنقا ہیں۔مگر یہود و نصاریٰ ہماری اچھائیوں کو نہیں دیکھ سکتے جو یہاں کی کسی برائی کو اچھال کر پوری دنیا میں ملک کی رسوائی کا سامان کرے اسے جھٹ سے آسکر ایوارڈ سے نواز دیا جاتا ہے صدر پاکستان ممنون حسین اور وزیر اعظم محمد نواز شریف نے شرمین عبید چنائے کو دوسری مرتبہ آسکر ایوارڈ جیتنے پر مبارک باد دی۔ صدر نے کہا: شرمین نے پاکستان کا نام روشن کر دیا۔وزیر اعظم گویا ہوئے: شرمین جیسی خواتین قوم کے لئے باعث فخر ہیں۔صدر اور وزیر اعظم اپنے مَن کے اندر جھانک کر اس سوال کا جواب دیں کہ تمہارے عالیشان محلات میں کوئی شخص جا کر واش روم میں سے غلاظت کی ویڈیو بنا کر نشر کر دے کہ یہ ان محلات کی غلاظتیں ہیں۔تو کیا تم اسے اپنا خیر خواہ کہو گے۔تم یہی کہو گے کہ اس دشمن کو ہمارے پر تعیش محلات کے بے مثل بیڈ روم تو نظر نہیں آئے۔خوبصورت باغیچے تو نظر نہیں آئے۔اس کی نظر میں خرابی تھی کہ اسے گندگی نظر آ گئی۔ لیکن پاکستانی معاشرے کی ساری خوبیوں کو چھپا کر یہاں کی برائیوں کو اغیار کے سامنے اچھالنے والی فلمساز تمہیں قابلِ فخر نظر آ رہی ہے۔ایک عاشق رسول کی جرأت و بہادری کو سلام کرنا تمہیں گوارا نہیں۔

غازی صاحب کے ساتھ لاکھوں جانثاروں کی عقیدت کے مناظر کی کوریج تمہیں گوارا نہیں مگر اپنے معاشرہ کی خرابیاں اغیار کے سامنے اچھالنا تمہارے لئے قابل فخر ہے۔امریکی بدمعاش ریمنڈ ڈیوس (Raymond Davis) نے دو بے گناہ پاکستانی شہریوں فہیم اور فیضان کو بے دردی سے قتل کر دیا۔ریمنڈ کی کال پر تیز رفتار امریکی سفارت گاڑی نے مخالف سمت سے آکر راہ گیر عبدالخالق کو کچل کر ہلاک کر دیا۔ان مقتولین میں سے ایک کی بیوہ نے انصاف نہ ملنے پر خودکشی کر لی۔شرمین عبید چنائے،انصاف نہ ملنے والی اس خاتون کی بے بسی کے مسئلہ کو اجاگر کرتی۔پھر دیکھتے کہ یہود و نصاریٰ اسے کس طرح آسکر ایوارڈ سے نوازتے۔پھر دیکھتے کہ کس طرح صدر و وزیر اعظم،شرمین کو قابل فخر خاتون قرار دیتے۔امریکی بدمعاش ریمنڈ ڈیوس کو آزاد کروانے کے لئے تو ان حکمرانوں کو راستہ نظر آ گیا کیونکہ اس کا تعلق انگریز آقاؤں کے ساتھ تھا۔لیکن محافظ ناموس رسالت غازی ملک ممتاز حسین شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کو رہا کروانے کے لئے ان کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا کیونکہ ان کے مَن میں محبت رسول ﷺ کا کوئی دروازہ ہوتا تو پھر ایک عاشقِ جانباز کی رہائی کے لئے ہزار راستے نظر آ جاتے۔

یہ ملک اسلام کے نام پر بنا۔قائد اعظم محمد علی جناح نے برملا کہا تھا: ہمارے ملک کے لئے دستور قرآن مجید کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہے۔اب ان حکمرانوں نے خواتین کے حقوق کے تحفظ کے نام پر بل پاس کیا۔جس کی بہت سی شقوں پر علمائے کرام کو اعتراضات ہیں۔اسلامی حکمران کہلانے والے ذرا اپنے مَن میں جھانکیں اور مسلمان کہلانے کی حیثیت سے جواب دیں کہ کیا اسلام نے عورتوں کو تحفظ نہیں دیا۔جو عورت ظہور اسلام سے پہلے ذلت کی گہرائیوں میں گری ہوئی نظر آتی تھی۔اسلام نے اسے ثریا کی

بلندیاں بخش دیں۔اس ملک میں جو بھی قانون بنانا ہوگا۔قرآن وسنت کے اصولوں کو سامنے رکھ کر بنانا ہوگا۔حکمرانوں کا فرض اولین بنتا ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں علمائے کرام سے راہنمائی حاصل کریں۔اس حوالے سے جو خدشات اور تحفظات پائے جاتے ہیں ان کا ازالہ کیا جائے۔

غازی صاحب کے سانحہ شہادت والی شام میں ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔میں دیکھ رہا تھا کہ شاید میڈیا کو احساس ہو جائے کوئی خبر نشر کریں مگر وہاں تو بے حسی کے اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے میری آنکھیں تر ہوگئیں اور بے اختیار آنسو رخساروں پر ڈھلکنے لگے۔میری بیٹی فاطمہ رضوی میرے رخساروں پر انگلیاں پھیر کر دیکھنے لگی کہ ابو رو رہے ہیں۔وہ کہنے لگی: ابو! غازی ممتاز حسین قادری آپ کے رشتہ دار ہیں؟ میں نے کہا: ''بیٹی! وہ میرے ظاہری رشتہ دار تو نہیں مگر ان سے ایک رشتہ ہے وہ محبت رسول ﷺ والا رشتہ ہے'' ''غازی ممتاز حسین قادری نے جس شخص کو مارا تھا کیا اس نے ہمارے نبی کریم ﷺ کی گستاخی کی تھی؟'' فاطمہ رضوی نے دوسرا سوال کر دیا۔میں نے کہا: ''اس شخص نے ہمارے آقا کریم ﷺ کی عظمت و ناموس والے قانون کو کالا قانون کہا تھا'' ''خدا ان حکومت والوں کو برباد کرے جنہوں نے ہمارے غازی صاحب کو پھانسی دی ہے'' فاطمہ رضوی نے تبصرہ کیا۔فاطمہ رضوی کی باتیں سن کر میں سوچنے لگا: میں نے تو اس حوالے سے اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔یہ ہماری باتیں سنتی رہی۔پھر اس کے مَن میں جو آیا اس نے کہہ دیا۔بچے تو سادہ مَن والے ہوتے ہیں وہ نفع نقصان کی نہیں سوچتے وہ تو اپنے مَن کی باتیں منواتے ہیں اور مَن کی باتیں کھل کر کرتے ہیں۔ہم بڑے، اپنے مَن کی آواز سے نظریں چرانے لگتے ہیں۔مَن کی آواز ہمارے مفادات سے ٹکرا جاتی ہے۔ہم مادی نفع نقصان کے چکر میں مَن کی آواز دبا لیتے ہیں۔کاش ہم سب اپنے مفادات کو پسِ پشت ڈال کر مَن صاف کر کے بس مَن کی باتیں سننے لگیں تو یقیناً ہمارے من سے لبیک یارسول اللہ کی صدائیں ہی سنائی دیں گی۔پھر کسی شاتم رسول کو سر اٹھانے کی جرأت نہیں ہوگی۔کاش ایسا ہی ہو جائے کاش! کاش.......ان شاء اللہ العزیز اگلے شمارے میں پھر آپ سے باتیں ہوں گی۔ محبتوں، جذبوں، الفتوں، شکائتوں کے اسی چوراہے پر۔آہ وفغاں کے اسی شور میں۔

فقط والسلام مع الاکرام

آپ کی آراء، مشوروں، کرم فرمائیوں کا منتظر

ابوالحسنین رضوی

23 جمادی الاولیٰ 1437ھ

3 مارچ 2016ء

بروز جمعرات ایک بج کر بیالیس منٹ

0300-6885306